طالق، طلقت فی الحال سواء وصل الیها الکتاب او لم یصل و عدتها من حین کتبه و ان کتب الیها : اذا وصل کتابی فانتِ طالق ، فاتاها الکتاب طلقت عند وصوله الیها و ان ضاع و لم یصلها لم تطلق لشرط الوصول۔" [المغنی لابن قدامة ۷/۲٤۱]
و ان طلقها زوجها او مات عنها و هو ناء عنها فعدتها من یوم مات او طلق۔ [ایضاً ۷/٥۳٤]

﴿یایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن و احصوا العدة .... لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امرا۝﴾[الطلاق/۱]

اس آیت کے امید افزا اشارہ کا تقاضا ہے کہ مطلقہ اور فریقین کے رشتہ داروں کو اصلاح احوال اور مصالحانہ کردار کی ادائیگی کے لیے کافی وقت ملے۔
اس فتویٰ کی روشنی میں بسا اوقات پیغام یا ڈاک کی وصولی میں تاخیر سے ایسی کوششوں کے لیے وقت کم رہ جاتا ہے۔
عن فاطمة بنت قیس رضی اللہ عنہا أن أبا عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ طلقها البتة و هو غائب ، فأرسل إلیها و کیله بشعیر فسخطته فقال : و الله ما لك علینا من شئ فجاء ت رسولَ الله ﷺ فذکرت ذلك له ......" [النسائی۔النکاح باب ۲۲۔ ٦/۷٥] اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نہیں پوچھا کہ طلاق کب بھیجی گئی تھی؟ جس سے یہ تأثر ملتا ہے کہ طلاق کی وصولی سے ہی عدت شروع ہوگی۔ و اللہ أعلم
مجلة التراث مذکورہ قرائن کی روشنی میں علماء کرام کو اس مسئلے میں مزید تحقیق کی دعوت دیتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

معلومات عامہ

1451 میں سلطان محمد فاتح عثمانی نے قسطنطنیہ (استنبول) کو فتح کر کے مشرقی رومی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ جو کہ پانچ سال تک عثمانی سلطنت کا پایۂ تخت بنا رہا۔

1911ء میں فرعون کی لاش دریافت ہوئی، جو قاهرہ کے عجائب خانے میں نشانِ عبرت بن کر موجود ہے۔

غزوۂ بدر میں 313 کے لشکر کے لیے صرف 7 زرہیں، 8 تلواریں، 2 گھوڑے اور 70 اونٹ تھے۔

دسمبر 1941ء میں جاپان نے امریکی بحری اڈہ "پرل ہاربر" پر حملہ کر دیا۔ اور اتحادیوں کے خلاف جرمنی کی حمایت میں دوسری جنگِ عظیم میں شریک ہوا۔

6 اگست 1945ء کو امریکہ نے ہیروشما پر اور 9 تاریخ کو ناگاساکی پر ایٹم بم سے حملہ کیا۔

15 اگست کو جاپان نے ہتھیار ڈال دیے۔ 6 سال امریکی فوج کے کنٹرول میں رہنے کے بعد 1951ء میں امریکہ اور جاپان کے مابین دوستی کا معاہدہ ہوا۔

[ثناء اللہ باقر متعلم جامعہ دارالعلوم بلتستان

قرآن کریم

قسم الترجمۃ

ہی درحقیقت کلام الٰہی ہے

مجموع فتاوی شیخ الاسلام [۱۲/۱-۱۷] ترجمہ وتلخیص: عبدالوہاب ذاہد

کلام اللہ سے متعلق ایک قاعدہ:

فضل وشرف سے بھرپور تین زمانوں کے گزرنے کے بعد جب جہمیہ فرقہ وجود میں آیا تو قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں اختلاف کا آغاز ہوا۔ اللہ پاک فرما چکا تھا ﴿**ذلک بان الله نزل الکتٰب بالحق وان الذین اختلفوا فی الکتٰب لفی شقاق بعید**۝﴾[البقرة:۱۷٦] انکے عذاب کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب نازل فرمائی اور یقیناً اس کتاب میں اختلاف کرنے والے حق سے بہت دُور کی تفرقہ بازی میں پڑے ہوئے ہیں۔

کلام اللہ میں اختلاف کی دو قسمیں ہیں:

۱- اس کے نزول میں اختلاف

۲- اس کی تاویل میں اختلاف

نزول میں اختلاف کی تاریخ نہایت قدیم ہے اور یہ اختلاف انتہائی شدید ہے۔ اہل ایمان اور کفار اس کے دو فریق ہیں۔ جنس کتاب الٰہی پر ایمان رکھنے والے اپنے اپنے دور کے اہل ایمان مسلمان، نصاری، یہود وغیرہ ہیں، اور جنس کتاب وجنسِ رسول کے منکرین مشرکین، مجوس، ہنود وغیرہ ہیں۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف انبیاء ورسول بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو ان پر نازل شدہ کلام الٰہی پہنچائیں، تو جس نے رسول کی تکذیب کی، اس نے کلام اللہ کی تکذیب کی۔ پس کلام اللہ پر ایمان رسالت پر ایمان میں شامل ہے۔ اختلافِ تنزیل کی بنیاد یہی ہے۔ اسی لئے جو رسولوں کا انکار کرے وہ کبھی اللہ کے صفتِ کلام ہی کا انکار کرتے اور کبھی اللہ کی ذات کا بھی انکار کرتے، جیسے فرعون اور اسکی قوم نے کیا۔

اللہ کا ارشاد ہے ﴿**اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منهم ان انذر الناس وبشر الذین اٰمنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم قال الکٰفرون ان هذا لساحر مبین**۝﴾ (یونس:۲) ''کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک شخص

پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرایئے اور ایمان والوں کو بشارت دیجئے کہ ان کیلئے اپنے رب کے پاس سچا مقام ہے، تو منکرین کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔''

اور فرمایا ﴿**وماقدرواالله حق قدره اذ قالوا ما انزل الله علی بشرمن شئ**﴾ (الانعام: ۹۱) ''اور انہوں نے اللہ کو کما حقہ پہچانا ہی نہیں جب کہنے لگے کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز اتاری ہی نہیں۔''

اسی لئے ایمان کی اصل یہی ہے کہ جو چیز اللہ نے نازل فرمائی ہے اسے تسلیم کیا جائے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿**ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین۞الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰة ومما رزقناهم ینفقون ۞والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرةهم یوقنون۞اولئک علی هدی من ربهم واولئک هم المفلحون۞**﴾ (البقرة: ۲۔۵) اور اسی سورہ کے درمیان میں فرمایا ﴿**قولوآ اٰمنا بالله وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والأسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم و نحن له مسلمون۞**﴾ (۱۳۶) اور آخر میں فرمایا ﴿**اٰمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون کل اٰمن بالله و ملٰئکته و کتبه و رسله لا نفرق بین احد من رسله**﴾ (البقرة: ۲۸۵)

کلام الہی پر ایمان کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کبھی قرآن میں سورتوں کو اسی کے ذکر سے شروع کیا گیا۔ کبھی خبر کے طور پر جیسے ﴿**الٓمٓ ذلک الکتاب ،الٓرٰ تلک اٰیات الکتاب الحکیم، الٓرٰ کتاب احکمت اٰیاته**﴾ اسی طرح حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں میں اسی نکتے پر خوب زور دیا گیا ہے۔ اور کبھی نزول کلام پر حمد وثنا کے بیان سے، جیسے سورۃ الکهف اور سورۃ الفرقان کی ابتدا میں ہے۔

خصوصا حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کا مقابلہ متعدد اسالیب سے دہرایا گیا ہے۔ کیونکہ فرعون کفر و باطل کی انتہا پر تھا جب اس نے ربوبیت اور رسالت دونوں کا انکار کیا اور اسکے مقابلے میں حضرت موسی علیہ السلام انتہائی حق پر تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا، تو وہ کمال صفتِ کلام اور کمالِ رسالت پر یقین رکھتے تھے۔

اسی لئے جب غزوہ بدر میں ابوجہل جہنم رسید ہوا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''**هذا فرعون هذه الأمة**'' (الرحیق المختوم: ۲۲۱)

تنزیل کلام الٰہی کے منکرین اوہام وخرافات کے پیروکار تھے، اور یہ دعوی کرتے تھے کہ انکے پاس مضبوط رائے اور ٹھوس دلائل کی بھرمار ہے۔ وہ اپنے آپ کو حکماء اور فلاسفہ قرار دیتے اور رسولوں کے پیروکاروں کو بیوقوف، گمراہ، ذلیل اور کمزور کہ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے: ﴿**فلما جاء تهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ما كانوا به يستهزء ون ۞**﴾ ''جب کبھی ان کے رسول انکے پاس روشن دلائل لے آئے تو یہ اپنے پاس موجود علم پر اِترانے لگے اور بالاخر جس چیز کا مذاق اڑا رہے تھے، وہی ان پر الٹ پڑی۔

رسالت پر ایمان:

رسولوں پر ایمان عام اور بلا استثناء ہونا ضروری ہے، جس میں تمام رسولوں کی ذات اور ان پر نازل شدہ کلام الٰہی پر اجمالی ایمان شامل ہو۔ جیسے کہ یہود، نصاری اور صابی اپنے اپنے دور میں شروع سے ان تک کے رسولوں اور ان پر نازل شدہ کتابوں کو بلا تفریق برحق مانتے اور اپنی شریعت کے مطابق ایمان اور عمل صالح سے مزین ہوتے تھے۔ ﴿ **ان الذين اٰمنوا والذين هادوا والنصارىٰ والصبئين من اٰمن بالله واليوم الاخر وعمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم و لا هم يحزنون ۞**﴾ (البقرة: ٦٢)

اسی طرح سورۃ المائدۃ (٦٩) میں بھی ان تمام گروہوں کی تعریف کی گئی ہے۔

لیکن جو ان میں سے بعض کو مانے اور بعض کا انکار کرے، تو وہ عنداللہ نفسِ رسالت اور کتابِ الٰہی کا منکر شمار ہوگا، اور اس کا جزوی ایمان اکارت ہو جائے گا، یہ پکے کافر ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿**ان الذين يكفرون بالله و رسله و يريدون ان يفرقوا بين الله و رسله و يقولون نؤمن ببعض و نكفر ببعض و يريدون ان يتخذوا بين ذلك سبيلا ۞ اولئك هم الكفرون حقا واعتدنا للكفرين عذابا مهينا ۞**﴾ (النساء: ١٥٠-١٥١)

اسی لئے کتب الٰہیہ میں تفرقہ بازی اور اختلاف کرنے والوں کی مذمت فرمائی۔ یہ دراصل وہی لوگ ہیں جو کتاب الٰہی میں سے کچھ حصے کو مانتے ہیں اور بعض اجزاء کا انکار کرتے ہیں، پس اس قسم کے اختلاف کے شکار ہر فرقے میں حق کا ایک حصہ ہوتا ہے اور ہر فرقہ پرست دوسرے فرقے کے پاس موجود حق کا انکاری ہوتا ہے: ﴿**ان الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم فى شىء** ﴾ (الأنعام: ١٥٩)

''بیشک جن لوگوں نے اپنے دین میں فرقہ بندی کی اور مختلف گروہ بن گئے، آپ (محمد ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں''

کلام الٰہی میں تفریق کی دو صورتیں:

منزل من اللہ کلام میں تفریق: (۱) کبھی کمیت میں ہوتی ہے (۲) کبھی کیفیت میں۔

کمیت میں تفریق مثلا یہود کا نظریہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام پر نازل شدہ کلام الٰہی کو مانتے ہیں حضرت عیسی و محمد صلی اللہ علیہما وسلم پر نازل شدہ کلام کو نہیں مانتے، اس طرح امت اسلامیہ سے منسوب اہل بدعت کتاب وسنت کے بعض نصوص کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں، تاویل میں یا تنزیل میں۔ کیونکہ بدعت کفر سے نکلی ہوئی شاخ ہے۔

اور کیفیت میں تفریق فلسفیوں نے کی ہے جنہوں نے رسولوں پر کلام الٰہی کے نزول کی ایک صفت گھڑ لی۔ ان کے بقول اللہ پاک کلام نہیں کرتا بلکہ عقلِ فعّال رسولوں کے دلوں پر آسمانِ دنیا سے کچھ مفاہیم اتارتا ہے اور رسول ان معانی کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے، جسے مجازاً کلام الٰہی کہا جاتا ہے۔

یہیں سے امت میں ایجاد شدہ گمراہیوں کی وضاحت ہوتی ہے، اس لحاظ سے کہ رسول ﷺ جو کچھ لے کر آئے، اس میں سے کچھ حقائق کو تسلیم کرتے ہیں، جیسے صفت کلام اور حقیقت رسالت کے بعض اجزاء کو، اور بعض حقائق کی تنزیل ہی سے انکار کرتے ہیں یا انکی تاویل کر کے خود ساختہ معانی پہنا دیتے ہیں۔ اور بلا دلیل مخالفت پر اُتر آتے ہیں۔

﴿الذین یجادلون فی اٰیٰت اللہ بغیر سلطٰن اتٰھم کبر مقتا عند اللہ وعند الذین اٰمنوا کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ۝﴾
(المؤمن: ۳۵) ''جو لوگ کسی ٹھوس سند کے بغیر جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک اور مؤمنوں کے ہاں یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر مغرور و سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

کلام الٰہی میں تفریق کا سبب:

جن مزعومہ اسباب کی بنا پر اہل بدعت کتاب وسنت کے بعض حصوں پر اعتراض کر کے مسترد کرتے ہیں، عام طور پر وہی اسباب ہوتے ہیں جن کی بنا پر کفار و ملحدین جنسِ رسالت یا کلامِ الٰہی کا امکان ہی مسترد کرتے ہیں۔

یہ لوگ معجزات پر اعتراض کرتے ہیں، جب انکی فرمائش کے عین مطابق نہ ہوں۔ کتاب الٰہی پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ رسول اور اوائل اہل ایمان پر اعتراض کرتے ہیں۔ رسولوں پر ایک اعتراض تو تمام کفار عالم کا مشترکہ ہے کہ یہ انسان ہے ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔

حالانکہ جن معجزات کے ذریعے اللہ پاک اپنے رسولوں کی نصرت وتائید فرماتا ہے وہ نہایت قوی ہوتے ہیں، جیسے قوم فرعون کے سارے جادوگر متفق و منظّم ہو کر بھی حضرت موسٰی علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا معجزہ تو تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے معجزات سے زیادہ مضبوط اور